## ۷

(فرمودہ ۶ ستمبر ۱۹۱۹ء بمقام باغ حضرت مسیح موعود علیہ السلام قادیان)

"وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَاَ ابْنَيْ اٰدَمَ بِالْحَقِّ ۘ اِذْ قَرَّبَا قُرْبَانًا فَتُقُبِّلَ مِنْ اَحَدِهِمَا وَلَمْ يُتَقَبَّلْ مِنَ الْاٰخَرِ ؕ قَالَ لَاَقْتُلَنَّكَ ؕ قَالَ اِنَّمَا يَتَقَبَّلُ اللّٰهُ مِنَ الْمُتَّقِيْنَ"[۱]

یہ عید قربانی کی عید کہلاتی ہے۔ عید الاضحیٰ بھی اسے کہتے ہیں۔ کیونکہ اس پر قربانیاں کی جاتی ہیں۔ ہمارے ملک میں اسی کا ترجمہ کر کے اس کا نام بعض لوگوں نے عید قربان رکھ لیا ہے۔ اس عید میں اور اس سے پہلی عید میں جو عید الفطر کہلاتی ہے۔ یہ فرق ہے کہ عید الفطر میں بوجہ اس کے کہ رمضان کا تمام مہینہ طاقت رکھنے والے مسلمان روزے رکھتے ہیں۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کی اس عید کے دن یہ سنت تھی کہ آپ صبح کچھ ناشتہ کر کے عید پڑھنے کے لئے جاتے تھے[۲] مگر آج کی عید کے دن کا پہلا حصہ نیم روزہ اور پچھلا حصہ قربانی کا ہوتا تھا۔ اور آپ کی سنت تھی کہ عید پڑھنے سے پہلے کچھ تناول نہ فرماتے تھے، بعد میں جا کر قربانی کے گوشت سے کھاتے تھے[۳] اس لئے یہ عید اپنے اندر دو نمونے رکھتی ہے کیونکہ اس کا ایک حصہ روزے کا اور دوسرا حصہ کھانے کا ہے مگر پہلی عید ایک ہی رنگ رکھتی ہے کہ مہینہ بھر روزے رکھے جاتے ہیں اور اس دن کھایا پیا جاتا ہے۔ عام طور پر یہ عید بڑی عید کہلاتی ہے، اور رمضان کے بعد جو عید آتی ہے وہ چھوٹی۔ یُوں تو ان کی بڑائی چھوٹائی اللہ تعالےٰ ہی جانتا ہے لیکن یہ یقینی امر ہے کہ جس شخص نے جس عید پر خدا تعالےٰ کے قرب کی راہ تلاش کی وہی عید اس کے لئے بڑی ہے۔ اور جس عید کا دن یُونہی گذر گیا وہ عید اس کے لئے چھوٹی چھوڑ محرم اور ماتم کا دن ہے تو بڑی اور چھوٹی عید نسبتی امر ہے۔ حقیقت میں کوئی نہیں جانتا کہ کونسی عید بڑی ہوگی اور کونسی چھوٹی۔ عموماً چونکہ اس عید پر قربانیاں ہوتی ہیں اور لوگ خوب کھاتے پیتے ہیں اس لئے اس کو بڑی عید کہتے ہیں۔ مگر لوگوں کے اس فیصلہ کے علاوہ اس کے متعلق ہم ایک خدائی فیصلہ بھی دیکھتے ہیں لوگوں نے تو اس کا نام بڑی عید رکھا مگر جہالت سے کہ کھانے پینے کا خوب موقع ملتا ہے لیکن خدا تعالےٰ کی طرف سے بھی اس کو بڑائی کا خطاب ملا ہؤا ہے۔ پرانے زمانہ کو تو جانے دو کہ اس میں خدا تعالیٰ نے اس عید کی کیا فضیلت بیان کی ہے۔ اسی زمانہ میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو الہام ہؤا کہ اس عید پر عربی میں خطبہ پڑھنا۔ خدا تعالےٰ تمہاری زبان پر الفاظ جاری کرے گا چنانچہ ایسا ہی[۴]

تو یہ عید ہماری جماعت کے لئے ایک خاص نشان ہے کیونکہ اس پر خدا تعالیٰ نے یہ معجزہ دکھایا کہ ایک ہمارے ہی ملک کا باشندہ جو نہ کبھی عرب میں گیا نہ کبھی عالم کہلایا نہ اس نے علم عربی کی خاص طور پر تعلیم پائی اور لوگ مولوی چھوڑ اسے مجلسی آدمی بھی نہیں سمجھتے تھے کیونکہ اس نے سب کو چھوڑ چھاڑ کر گوشہ تنہائی میں زندگی بسر کی اور لوگوں سے کوئی تعلق نہ رکھا۔ اس پر خدا نے اپنا کلام جاری کیا۔ اور اس نے بغیر کسی قسم کی تیاری اور عربی زبان میں تقریر کرنے کی مشق کے ایک لمبے عرصہ تک تقریر کی جو ایسی شستہ اور فصیح تھی کہ جس کو اس ملک والے بھی دیکھکر حیران و ششدر رہ جاتے ہیں جن کی مادری زبان میں وہ کی گئی اور ایسی اعلیٰ درجہ کی ہے کہ اگر قرآن کریم کے بعد آسانی اور سہولت سے کوئی عبارت حفظ ہوسکتی ہے تو یہی تقریر ہے جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمائی۔ یہ حفظ کرنے کے اس قدر اقرب ہے کہ وہ دن جس میں کی گئی تھی ابھی ڈوبا نہیں تھا کہ چھوٹے چھوٹے بچے اس کے فقرے گلیوں میں دوہراتے پھرتے تھے۔ وجہ یہ کہ ایسی مقفیٰ اور مسجع ہے کہ بہت آسانی سے یاد ہوسکتی ہے۔ اس وقت میری عمر بارہ برس کے قریب تھی اور کئی بچے مجھ سے بھی چھوٹی عمر کے تھے مجھے یاد ہے ہمیں اس تقریر کے کئی فقرے یاد ہوگئے تھے اور تقریر کرنے کے وقت کے نقشہ کا ایسا اثر تھا کہ بغیر اس بات کے علم کے کہ سواری کا پڑھنے کے ساتھ خاص تعلق ہوتا ہے ہم دیواروں کو گھوڑا بنا لیتے اور فقرات کو پڑھتے اور ہم سمجھتے کہ سواری سے ان فقرات کو خاص مناسبت ہے۔ تو بلحاظ اس کے کہ اس عید کو ہماری جماعت کے ساتھ یہ خاص خصوصیت ہے کہ اس پر خدا تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ذریعہ ایک بہت بڑا معجزہ دکھایا ہمارے لئے یہ بڑی عید ہے۔ پھر اس لحاظ سے بھی بڑی ہے کہ اس کے ذریعہ قربانیوں کی طرف توجہ دلائی جاتی ہے اور تمام بڑائیوں کے حاصل کرنے کے لئے نفس کی قربانی ضروری ہوتی ہے اس عید پر نفس کی قربانی کی طرف اشارہ ہے اور مال کی قربانی کرائی جاتی ہے لیکن جیسا کہ میں نے بتایا ہے، بڑائی چھوٹائی نسبتی امر ہے اور جس سے کوئی فائدہ اٹھائے، وہی اس کے لئے بڑی ہے تاہم چونکہ اس عید میں قربانیوں کی طرف توجہ دلائی گئی ہے، اس لئے جو اس سے فائدہ اٹھائے وہ اسے بڑا کہہ سکتا ہے۔ کیونکہ اس میں ایک طرف تو قربانی کی حقیقت اور اس کا نفع اور فائدہ بتایا گیا ہے اور دوسری طرف اس سے اس قربانی کی طرف توجہ دلائی گئی ہے جو حضرت اسمٰعیل علیہ السلام نے کی۔

دنیا میں لوگ معمولی معمولی باتوں کے لئے بڑی بڑی تکلیفیں اٹھا کر چاہتے ہیں کہ ان کا نام مشہور ہوجائے مثل مشہور ہے کہتے ہیں کوئی عورت تھی اس نے انگوٹھی بنوائی۔ عورتوں کو دکھانے کے لئے وہ اس انگلی سے جس میں انگوٹھی پہنی ہوئی تھی باتوں باتوں میں اشارے کرتی۔

مگر اتفاق کی بات ہے کسی نے نہ دیکھی۔ اس پر اس نے اپنے گھر کو آگ لگا دی جب عورتیں اس کے پاس ہمدردی کرنے کے لئے آئیں تو انہوں نے پوچھا کہ کچھ بچا بھی یا سب کچھ جل گیا۔ اس نے کہا اور تو کچھ نہیں بچا صرف یہ انگوٹھی بچی ہے۔ اس پر جیسا کہ بعض عورتوں کی عادت ہوتی ہے کہ نئے کپڑے یا زیور کو دیکھکر بے اختیار بول اٹھتی ہیں کہ کب بنوایا ہے۔ کسی عورت نے اس سے پوچھا کہ بہن تم نے یہ انگوٹھی کب بنوائی ہے۔ اس نے کہا۔ یہ سوال اگر کوئی مجھ سے پہلے کرتی تو میرا گھر ہی کیوں جلتا۔ تو شہرت لوگوں کو اتنی مطلوب ہوتی ہے کہ ناجائز رنگ میں بھی اس کو حاصل کرنا چاہتے ہیں اور جو جائز شہرت اور عزت خدا نے دی ہو اس کے متعلق تو خدا تعالیٰ خود فرماتا ہے۔ کہ اَمَّا بِنِعۡمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثۡ ۔ کہ اللہ نے جو تجھ پر انعام کیا ہے اس کو بیان کر اور لوگوں کو بتا۔ چنانچہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ایسا کرنا پڑا۔ مگر اس کے ساتھ لا فخر لا فخر بھی آپ فرماتے رہے تو بڑائی اور عزت، شہرت اور رتبہ خدا کی نعمتوں میں سے ایک نعمت، خدا کی رحمتوں میں سے ایک رحمت۔ خدا تعالےٰ کے احسانوں میں سے ایک احسان ہے۔ اور خدا تعالےٰ جب کسی پر اپنا فضل کرتا ہے تو اس کو عزت بھی ساتھ ہی دے دیتا ہے۔ کبھی ایسا نہیں ہؤا کہ کوئی شخص ذلیل بھی ہو اور خدا کا پیارا بھی۔ کیونکہ خدا کے قرب کی علامتوں میں سے ایک علامت یہ بھی ہے کہ انسان مکرّم اور معزز ہو۔ چنانچہ خدا تعالےٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے اِنَّ اَكۡرَمَكُمۡ عِنۡدَ اللّٰهِ اَتۡقٰكُمۡ ۔ کہ تم میں سے اَكۡرَمُ وہی ہے جو اَتۡقٰی ہے۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ خدا تعالےٰ نے اَتۡقٰی کو مکرّم قرار دیا ہے۔ وجہ یہ کہ عزت اور تقویٰ ایسی لازم و ملزوم چیزیں ہیں کہ کبھی جدا ہو ہی نہیں سکتیں۔ اور ذلّت ہمیشہ خدا کی نافرمانی کی وجہ سے ہی آیا کرتی ہے۔ اس سے میرا یہ مطلب نہیں کہ خدا کے نافرمان لوگ بظاہر دنیا کی عزت والے نہیں ہوتے۔ بلکہ یہ ہے کہ جو خدا کا مقرب ہو وہ کبھی ذلیل نہیں ہوتا۔ یہ تو ہوگا کہ ان لوگوں کو بظاہر عزت مل جائے جو متقی اور نیکوکار نہیں۔ مگر یہ کبھی نہیں ہوگا کہ کوئی متقی ہو اور اسے حقیقی عزت حاصل نہ ہو۔ تو عزت و توقیر خدا کا بہت بڑا فضل اور احسان ہے اور انسان چاہتا ہے کہ اُسے عزت اور شہرت حاصل ہو۔ اس عید پر خدا تعالےٰ نے بتایا ہے کہ دیکھو حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کو جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے قربان کیا اس وقت پر ہزاروں سال گذر گئے ہیں مگر آج تک ان کا نام عزت و توقیر سے لیا جاتا ہے اور ان کو ایسی عزت اور شہرت حاصل ہو گئی ہے جو کبھی مٹ نہیں سکتی۔ پس جب لوگ معمولی معمولی عزتوں کے لئے جانیں دے دیتے ہیں مثلاً لڑائیوں میں لوگ جانیں دیتے ہیں کہ عزت اور ناموری حاصل ہو مگر کب تک یاد رہتی ہیں بہت ہی قلیل عرصہ تک۔ اسی لڑائی میں دیکھ لو۔ ابھی سے یہ بحث ہو رہی ہے کہ سب سے

بڑا تمغہ اس لڑائی میں سب سے پہلے کس نے حاصل کیا تھا۔ گویا اتنے تھوڑے عرصہ میں یہ بھی یاد نہیں رہا۔ تو دنیا کی عزت جس کی یہ حالت ہے اس کے لئے جب جانیں قربان کی جاتی ہیں تو سوچنا چاہیئے کہ خدا کی طرف سے عزت حاصل کرنے کے لئے جو ہمیشہ رہنے والی ہے کس قدر قربانی ہونی چاہیئے۔

مگر اس کے ساتھ ہی یہ بات بھی یاد رکھنی چاہیئے کہ خدا تعالےٰ کے لئے جو قربانیاں کی جاتی ہیں ان کا نام تو قربانیاں ہوتا ہے مگر دراصل وہ خدمتیں ہیں جن کے معاوضے ملنے ہوتے ہیں کیونکہ قربانی تو اس کو کہتے ہیں کہ بغیر کسی معاوضہ کے کوئی کام کیا جائے۔ گو بندہ خدا تعالےٰ سے سودا کرکے قربانی نہیں کرتا مگر دنیا میں ہم دیکھتے ہیں کہ جو انسان خدا کے لئے قربانیاں کرتا ہے اسے اس کے بدلہ میں اس قدر انعام ملتے ہیں کہ جن کی کوئی حد نہیں رہتی۔ اس لئے ہم نہیں کہہ سکتے کہ خدا کے لئے جو قربانیاں کی جاتی ہیں وہ قربانیاں ہوتی ہیں بلکہ انہیں معمولی سے معمولی خدمتیں بھی نہیں کہہ سکتے۔ کیونکہ ان کے بدلے میں بہت بڑا معاوضہ اور اجر ملنا ہوتا ہے۔ تو خدا کے لئے جو قربانی کی جاتی ہے گو اس کا نام قربانی ہی ہے۔ لیکن یہ بھی محض خدا کا فضل اور احسان ہے کہ بندہ اپنی عزت اور مرتبہ کے بلند ہونے کے لئے جو کام کرتا ہے اس کا نام قربانی رکھ دیا گیا ہے ورنہ وہ کام معمولی خدمت بھی کہلانے کا مستحق نہیں ہوتا۔ تو یاد رکھنا چاہیئے کہ خدا تعالےٰ کے لئے جو قربانیاں کی جاتی ہیں خواہ وہ نفس کی ہوں یا مال کی وہ درحقیقت خدمتیں ہیں کہ جن کے بدلے بہت بڑھ چڑھ کر ملتے ہیں۔ اور اس قدر ملتے ہیں کہ وہ قربانیاں خدمات کہلانے کی بھی مستحق نہیں ہیں۔

بہت لوگ اس بات کو نہ سمجھنے کی وجہ سے دھوکہ میں پڑ جاتے ہیں اور دین کا کوئی کام کرکے کہتے ہیں ہم نے یہ قربانی کی ہے حالانکہ وہ قربانی کہلانے کی مستحق نہیں ہوتی۔ قربانی تو یہ ہے کہ ایک شخص ڈوب رہا ہو، انسان اپنی جان کو خطرہ میں ڈال کر اسے نکال لائے۔ یا ایک پیاسا ہو اُسے اپنا پانی دے دیا جائے گویا جب کسی کو احتیاج ہو اور اپنے مفاد کو نظر انداز کرکے اس کی مدد کی جائے تو اس کو قربانی کہا جاتا ہے مگر خدا تعالےٰ کو تو کسی قسم کی احتیاج نہیں ہے اور نہ اس کو کسی کی امداد کی ضرورت ہے۔ ایک ڈوبنے والا یہ نہیں کہتا کہ مجھے کسی کی مدد کی ضرورت نہیں ہے لیکن خدا تعالےٰ کو تو کسی کی پرواہ نہیں ہے بلکہ وہاں تو یہ فیصلہ ہوتا ہے کہ فلاں نے جو میرے نام سے کام کیا ہے اُسے قبول کیا جائے یا رد کر دیا جائے۔ چنانچہ یہ آیت جو میں نے پڑھی ہے اس میں بتایا گیا ہے کہ دو آدمیوں نے قربانی کی جن میں سے ایک کی قبول کر لی گئی۔ اور دوسرے کی رد کر دی گئی تو خدا تعالےٰ کے حضور اور ہی رنگ ہے۔ قربانی تو یہ ہوتی ہے کہ ایک شخص دوسرے کی خاطر خود تکلیف اُٹھا کر کوئی کام کرتا ہے اور دوسرا اس کا ممنونِ احسان

ہوتا ہے مگر خدا تعالےٰ کے لئے جو قربانی کیجاتی ہے اس کے متعلق وہ فیصلہ کرتا ہے کہ قبول کروں یا رّد کروں۔ پس یہ در اصل قربانی نہیں بلکہ خدمت ہوتی ہے جو انسان اپنے ہی فائدہ اور نفع کے لئے کرتا ہے اور اس کو قربانی اس لحاظ سے کہا جاتا ہے کہ خدا تعالےٰ نے اس کا نام قربانی رکھا ہے۔

پس جس کسی کو دین کی خدمت کرنے کا کوئی موقع ملے اس کو اس پر کوئی گھمنڈ نہیں کرنا چاہیئے کیونکہ اس کی خدمت کے متعلق تو ابھی یہ سوال درپیش ہوتا ہے کہ خدا کے حضور وہ قبول ہوئی بھی ہے یا نہیں۔ وہ لوگ جنہوں نے دین کی کوئی خدمت کرکے یہ خیال کیا کہ ہم بھی کچھ کر رہے ہیں اور کچھ کر سکتے ہیں وہ تباہی کے گڑھے کے کنارے نہیں بلکہ گڑھے میں گر گئے اور ہمیشہ کی تباہی میں مبتلا ہو گئے۔ یہ آیات جو میں نے پڑھی ہیں ان میں آدم کے دو بیٹوں کا ذکر ہے۔ یہ کوئی خاص بیٹے نہیں۔ کوئی ہوں۔ ان دونوں نے خدمت یعنی قربانی کی جن میں سے ایک کی رّد ہو گئی اور دوسرے کی قبول ہو گئی اور معزز و مکرم وہی ہوا جس کی قربانی خدا تعالےٰ نے قبول کر لی۔ بہت لوگ کہتے ہیں کہ ہم نے قربانیاں کی ہیں اور اس پر فخر کرتے ہیں لیکن یہ نہیں جانتے کہ صرف قربانیاں کرنا قابلِ فخر بات نہیں ہے یوں تو ہابیل بھی کہتا تھا کہ میں نے قربانی کی ہے لیکن کیا وہ اس کے لئے قابلِ فخر قربانی تھی۔ ہرگز نہیں۔ پس یہ کہنا کہ مَیں نے فلاں قربانی کی ہے کوئی عزّت اور فخر کی بات نہیں ہے۔ کیا آدم کا وہ بیٹا جس کی قربانی خدا تعالےٰ نے قبول نہ کی۔ معزز و مکرم ہوا یا ذلیل و خوار۔ خدا تعالےٰ کہتا ہے کہ وہ ذلیل ہی ہوا [۵۵]

تو محض قربانیاں کرنا کوئی فخر اور عزّت کی بات نہیں۔ ہاں خدا تعالےٰ کا کسی قربانی کو قبول کر لینا فخر اور عزّت ہے۔ اگر ایک شخص بہت بڑی قربانیاں کرتا ہے۔ مگر خدا تعالیٰ کے ہاں قبول نہیں ہوتیں تو اس کے لئے کوئی فخر نہیں۔ لیکن اگر کوئی شخص ایک پیسہ کی قربانی کرتا ہے اور خدا تعالےٰ کے ہاں قبول ہو جاتی ہے تو یہی اس کے فخر کا باعث ہے تو اس عید پر اس لئے فخر نہیں ہونا چاہیئے کہ قربانی کرنے سے عزّت حاصل ہو جاتی ہے بلکہ یہ سمجھنا چاہیئے کہ قربانی قبول ہونے سے عزّت ملتی ہے چونکہ ہمارا سلسلہ اللہ تعالےٰ کی جانب سے ہے اور اس میں داخل ہونے والوں کو بھی بڑی بڑی قربانیاں کرنے کی ضرورت ہے اس لئے ہماری جماعت کے لوگوں کو خوب اچھی طرح خیال رکھنا چاہیئے کہ کوئی قربانی کر دینے سے اس وقت تک عزّت حاصل نہیں ہو سکتی جب تک کہ خدا تعالےٰ قبول نہ کر لے۔ ہاں جب خدا تعالےٰ قبول کر لے تو اس وقت عزّت حاصل ہوتی ہے اور جب خدا قبول کر لیتا ہے تو پھر بندہ اس پر فخر نہیں کرتا۔

ان آیات میں جو مَیں نے پڑھی ہیں خدا تعالےٰ دو آدمیوں کا ذکر کرتا ہے کہ دونے قربانی کی تھی ان میں سے ایک کی قبول ہو گئی اور دوسرے کی رّد کر دی گئی۔ جس کی قبول ہوئی اس کا تو کوئی

فقرہ نقل نہیں کیا گیا لیکن جس کی رد کی گئی اس کے متعلق فرماتا ہے کہ اس نے دوسرے کو کہا۔ مَیں تجھے مار دوں گا۔ گویا اس طرح وہ اپنی قربانی جتلاتا ہے اس کے جواب میں دوسرا اپنی قربانی کا ذکر نہیں کرتا بلکہ یہی کہتا ہے اِنَّمَا يَتَقَبَّلُ اللّٰهُ مِنَ الْمُتَّقِيْنَ۔ یہ کیا بیہودگی ہے کہ تمہاری قربانی قبول نہیں ہوئی اس لئے تم اُور اُلٹا کام کرنے لگے ہو۔ تمہیں تو چاہیئے تھا کہ اور زیادہ عجز اور انکسار اختیار کرتے نہ کہ مجھے قتل کرنے کے لئے تیار ہو جاتے۔ اگر ایسا کروگے تو اتقاء کی حدود سے بالکل باہر نکل جاؤ گے اور پھر تمہاری قربانی کبھی قبول نہ ہو سکے گی۔ جو حالت اس شخص کی ہوئی اسی طرح بہت سے لوگوں کی ہوتی ہے۔ ان کے سپرد جب کوئی دین کا کام ہوتا ہے تو پھر کہتے ہیں کہ فلاں کو تو خدمت کا یہ بدلہ ملا تھا ہم کو نہیں ملا۔ ایسے لوگوں کو ان دو شخصوں کی مثال پر نظر رکھنی چاہیئے اور دیکھنا چاہیئے کہ عزت، رتبہ اسی کو حاصل ہوتا ہے جس کی قربانی قبول ہو۔ اور اگر قربانی رد ہو جائے تو پھر کچھ نہیں ملتا۔ پس صرف قربانی پر فخر کرنا ایک مرض ہے۔ ایک زہریلا کیڑا ہے ایک قسم کا دق ہے جس سے بہت ممکن ہے کہ انسان ہلاک ہو جائے اور جب تک کوئی یہ نہ سمجھے کہ مَیں نے جو کچھ کیا ہے وہ محض خدا کے فضل سے کیا ہے۔ اور وہ قربانی نہیں بلکہ خدا کا فضل ہی ہے اس وقت تک اس کو عزت نہیں مل سکتی بلکہ تباہ و برباد ہو جاتا ہے۔

اس وقت دیکھو ہمارے مقابلہ میں بعض ایسے لوگ کھڑے ہو گئے جنہوں نے دعویٰ کیا کہ چونکہ ہم نے بڑی بڑی نوکریاں اور بڑے بڑے فوائد چھوڑے اور ہم نے قربانیاں کی ہیں۔ اس لئے ہم عزت کے قابل ہیں۔ مگر وہ نہیں جانتے کہ محض قربانی کرنے سے کسی قسم کی عزت حاصل نہیں ہو سکتی۔ جب تک وہ قبول نہ ہو جائے۔ اگر ایک شخص نے ایسی قربانی کی جو نظر نہ آئے مگر خدا نے اس کو قبول کر لیا تو اسی کو عزت ملے گی۔ لیکن اگر بظاہر کسی نے بہت بڑی قربانی کی اور وہ قبول نہ ہوئی تو ہرگز اسے عزت حاصل نہ ہو گی۔ تو ظاہری قربانیوں کو نہیں دیکھنا چاہیئے۔ بلکہ قربانی وہی ہوتی ہے جس کو خدا تعالیٰ قبول کرلے۔ خدا تعالیٰ ہماری جماعت کو دین کی خدمت کرنے کا موقع دے اور ان میں قربانی کی رُوح پیدا کرے اور وہ اسکو خدا کا احسان اور فضل سمجھیں تاکہ خدا تعالیٰ ان کی قربانیوں کو قبول کرے آمین

(الفضل ۲۰ ستمبر ۱۹۱۹ء صفحہ ۲ تا ۶)

---

۱ ۔ المائدہ ۵: ۲۸۔ ۲ صحیح بخاری کتاب العیدین باب الاکل یوم الفطر قبل الخروج۔ ۳ جامع ترمذی ابواب ,, ,,)

کتاب السنن الکبریٰ بیہقی کتاب صلوٰۃ العیدین باب یترک الاکل یوم النحر حتیٰ یرجع ۲۸۳ ۔ ۴ الضحیٰ ۹۳: ۱۲

۵ ۔ مسند احمد بن حنبل جلد ۵ صفحات ۲۸۰، ۲۹۵ ۔ ۶ الحجرات ۴۹: ۲

۷ ۔ جنگِ عظیم اوّل۔ اس کے متعلق نوٹ پہلے آچکا ہے۔ ۸ المائدہ ۵ : ۲۸-۳۲